(۲)

اقبال اور دین

اقبال نے دین اسلام کے متعلق اپنی ساری زندگی میں صرف ایک ہی نظریے سے وابستگی کا اظہار کیا اور وہ یہ تھا کہ یہ ایک ایسا ہمہ جہتی اصول ہے جس نے حیات انسانی اور آخرت کے ہر پہلو کے متعلق انسان کو رشد و ہدایت سے بہرہ ور کیا ہے :

ہست دینِ مصطفیٰ[۲] دینِ حیات
شرعِ او تفسیرِ آئینِ حیات[۱]

دین مصطفیٰ زندگی کا دین ہے اور اس کی شرع زندہ رہنے کے آئین کی تفسیر ہے

جب ہم یہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ اقبال صرف اسلام کو ہی دین حیات سمجھتا ہے تو پھر یہ بات از خود خارج از بحث ہو جاتی ہے کہ علامہ کی سوچ پر تصوف اور متصوفین کا بھی استیلا تھا ، کیونکہ اسلام کی طرف راہ نمائی تصوف سے نہیں بلکہ صرف قرآن مجید سے ہوتی ہے ۔ قرآن مجید کے متعلق علامہ کی فکر کس نہج پر تھی ، اس کے متعلق ایک دو چشم دید شہادتیں سن لیں ۔ کرنل سید وحید الدین لکھتے ہیں :

”ڈاکٹر صاحب ان دنوں میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں قیام فرما تھے ۔ اس زمانے میں ڈاکٹر صاحب کی قیام گاہ پر ایک نئے ملاقاتی آئے ۔ ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں ۔ اتنے میں اُنھوں نے ڈاکٹر صاحب سے ایک سوال کر دیا ۔کہنے لگے : آپ نے مذہب ، اقتصادیات، سیاسیات ، تاریخ اور فلسفہ وغیرہ علوم پر جو کتابیں اب تک پڑھی ہیں ان میں سب سے زیادہ بلند پایہ اور حکیمانہ کتاب آپ کی نظر سے کونسی گزری ہے ؟ ڈاکٹر صاحب اس سوال کے جواب میں کرسی سے اُٹھے اور نووارد ملاقاتی کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم ٹھہرو ، میں ابھی آتا ہوں ۔

یہ کہہ کر وہ اندر چلے گئے - دو تین منٹ میں واپس آئے تو اُن کے ہاتھ میں ایک کتاب تھی اس کتاب کو انھوں نے اس شخص کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے فرمایا : قرآن کریم" -'

یعنی آن کی ذہنی اور قلبی اثر پذیری صرف ایک ہی کتاب سے ہوئی تھی اور وہ کتاب قرآن مجید ہے - البتہ بعض علماء کے خیالات سے انھیں اتفاق نہ تھا - اس کی مثال وہ مکالمہ ہے جو آن کے اور محمد حسین عرشی صاحب کے درمیان ہوا - مکالمہ کچھ یوں ہے :

عرشی صاحب : معرفت الٰہی سے کیا مراد ہے ؟

علامہ صاحب : "جنید بغدادیؒ کے نزدیک معرفت یا عرفان کا لفظ اللہ تعالٰی کی طرف منسوب یا مضاف نہیں کرنا چاہیے - قرآن عزیز میں اس کا استعمال نہیں کیا گیا - وہاں البتہ علم و ایمان کا ذکر بار بار آتا ہے - اللہ تعالٰی نہ تو عارف ہے، نہ معروف - ہاں عالم و علیم ہے جس پر بہت سی آیتیں شاہد ہیں -

اِنَّمَا يَخشَى اللهَ مِن عِبادِهِ العُلَمَاء[۳]

اللہ تعالٰی سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو اس کے بندوں میں علم سے ممتاز ہیں -

یہاں علماء کہا گیا ہے ، عرفا نہیں کہا۔" [۴]

اس مختصر سی وضاحت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علامہ صاحب قرآن مجید کی حدود میں رہ کر انسان کو یہ حق بھی دینے کے لیے تیار نہ تھے کہ کوئی معرفتِ الٰہی کا ادعا کرے - کیونکہ قرآن مجید میں ایسی کوئی بات نہیں کہی گئی -

۱۲ اپریل ۱۹۳۵ء کی اسی ملاقات میں عرشی صاحب نے علامہ صاحب سے استفسار کیا -

اسلام بتمامہ قرآن میں محصور ہے یا نہیں ؟

فرمایا : مفصل کہو :

عرشی صاحب نے کہا : خارج ، از قرآن ، ذخیرۂ احادیث و روایات اور کتاب و فقہ وغیرہ کو شامل کرکے اسلام مکمل ہوتا ہے یا صرف قرآن اس باب میں کفایت کرتا ہے ؟"

آپ نے فرمایا : "یہ چیزیں تاریخ اور معاملات پر مشتمل ہیں - ان کی بھی ضرورت ہے - ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کن ضروریات کے ماتحت وضع کی گئی ہیں - لیکن نفس اسلام قرآنِ مجید میں بکمال اور تمام آ چکا ہے - خدائے تعالیٰ کا منشا معلوم کرنے کے لیے ہمیں قرآن سے باہر جانے کی ضرورت نہیں -"[۵]

میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ علامہ اسلام کو نہ صرف اس دنیا کی زندگی کے لیے بہترین لائحہ حیات سمجھتے تھے بلکہ آخرت کے لیے بھی - انگلستان میں گول میز کانفرنس کے موقع پر آپ نے فرمایا :

"اسلام انسان کو ایک زندہ شخصیت تصور کرتا ہے اور یہ تصور قرآن میں نہ صرف اس ارضی زندگی کے لیے استعمال ہوتا ہے - بلکہ حشر اور حیات بعد الموت کے لیے بھی قائم رہتا ہے - چنانچہ حیات بعد الموت میں انسان کے لیے جو جزا اور سزا مقرر ہے ، جس کا ذکر قرآن میں بار بار آتا ہے ، وہ روحانی بھی ہے اور جسمانی بھی-"[۶]

اسلام کے متعلق علامہ کا اتنا پختہ ایمان ہر انسان کو یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ اس کا صحیح مفہوم آن کے ذہن میں کیا تھا - یہ عام طور پر معلوم ہے کہ اسلام کی بنیاد عقیدۂ توحید ہے - چنانچہ علامہ نے رموز بیخودی میں بات ہی اس عقیدے کی تبلیغ سے شروع کی ہے اور توحید کو رکنِ اول اساسِ ملتِ اسلامیہ قرار دیا ہے :

اہلِ حق را رمزِ توحید ازبر است
در آیۂ الرحمٰن عبداً مضمر است[۷]

اہل حق نے توحید کی رمز کو یاد کر رکھا ہے اور وہ اس آیت میں مضمر ہے کہ "زمین اور آسمانوں کے اندر جو بھی ہیں سب اس کے حضور بندوں کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں -"[۸]

اس عہد میں "رموزِ بیخودی" کی تالیف کے وقت یوں معلوم ہوتا ہے جیسے قرآنِ مجید کا فکرِ اقبال پر مکمل استیلا تھا - وہ بار بار اس سرچشمۂ رشد و ہدایت سے نہ صرف استفادہ کرتے ہیں بلکہ اپنی بات آگے بڑھانے کے لیے آیات کے حوالے بے تکلف طور پر دیتے جاتے ہیں -

ما مسلمانیم و اولادِ خلیل
از أبیکم ، گیر اگر خواہی دلیل

ہم مسلمان ہیں اور اولادِ خلیل ہیں ۔ اگر ثبوت کی ضرورت ہے تو اس آیت کو دیکھ لو ۔ ”اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر قائم ہو جاؤ ۔ اللہ نے پہلے بھی تمھارا نام مسلم رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی“ (تمھارا نام یہی ہے) ۔۹

عقیدۂ توحید کے ساتھ مسلمان نے کیا سلوک کیا ۔ اس پر تنقید فرماتے ہوئے علامہ کہتے ہیں :

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی
آج کیا ہے فقط اک مسئلۂ علم کلام

توحید کے بعد علامہ رسالت کو یہ اہمیت دیتے ہیں کہ :

حق تعالیٰ پیکرِ ما آفرید
و ز رسالت در تنِ ما جان دمید

از رسالت در جہان تکوینِ ما
از رسالت دینِ ما آئینِ ما

از رسالت صد ہزارِ ما یک است
جزوِ ما از جزوِ ما لاینفک است

آن کہ شانِ اوست یہدی مَن یُرید
از رسالت حلقہ ِ گردِ ما کشید

ما ز حکمِ نسبتِ او ملتیم
اہلِ عالم را پیامِ رحمتیم

اللہ تعالیٰ نے ہمارا جسم بنایا تو رسالت سے اس تن میں روح پھونکی ۔ ہماری تکوین اس دنیا میں رسالت کی بدولت ہے ۔ ہمارا دین اور ہمارا آئین رسالت کے طفیل ہے ۔ رسالت کی وجہ سے ہی ہمارے لاکھ ٹکڑے اکائی کی شکل اختیار کر گئے ہیں ۔ ہمارا کوئی حصہ بھی دوسرے حصے سے الگ نہیں ہو سکتا ، جو اس شان کا مالک ہے ، کہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے ۔ اس نے ہمارے گرد رسالت کا حصار کھینچ دیا اور اس سے نسبت رکھنے کی وجہ سے ہم ایک ملت ہیں اور دنیا والوں کے لیے پیام رحمت

ان اشعار میں ایک تلمیح کے سوا قرآن مجید کی کوئی آیت نقل نہیں کی گئی - لیکن ان پر غور کریں تو واضح ہو جاتا ہے کہ نہ صرف مواد فکر بلکہ الفاظ تک قرآن مجید سے اخذ کیے گئے ہیں -

رسالت کی برکات اور رسالت کا مفہوم معیّن علامہ نے یوں واضح کیا ہے :

از رسالت ہم نوا گشتیم ما
ہم نفس ہم مُدعا گشتیم ما

کثرتِ ہم مدعا وحدت شود
پختہ چون وحدت شود ملت شود

زندہ ہر کثرت ز بندِ وحدت است
وحدتِ مسلم ز دینِ فطرت است

دینِ فطرت از نبی آموختیم
در رہِ حق مشعلے افروختیم

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد
بر رسولِ ما رسالت ختم کرد

لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ز احسان خدا ست
پردۂ ناموسِ دینِ مصطفےٰ است[۱۰]

رسالت کی بدولت ہم ایک دوسرے کے ہمنوا ہوئے اور ہم نفس اور ہم مدعا ہوگئے- بہت سے ہم مدعا مل جائیں تو اکائی بن جاتی ہے- ہر کثرت اکائی کے بندھن سے ہی زندہ ہے اور مسلمانوں کی وحدت دینِ فطرت کا پیرو ہونے کی وجہ سے ہے - یہ وہ دین فطرت ہے جسے ہم نے نبی سے سیکھا ہے اور جس کے طفیل ہم نے راہ حق میں مشعل (ہدایت) روشن کی ہے - (اس وجہ سے) اللہ تعالیٰ نے ہم پر شریعت تمام کی اور ہمارے رسول ؐ پر رسالت ختم کی - (گویا رسولِ مقبول ؐ کا یہ کہنا کہ "میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا" ، اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان اور دین مصطفےٰ ؐ کے ناموس کا محافظ ہے -

اس سارے بیان کو دیکھیں تو پھر توجہ قرآن مجید کی ان آیات کی طرف جاتی ہے جن میں یہ فرمایا گیا ہے کہ :

وَاعْتَصِمُو بِحَبلِ اللّٰہ جمیعاً وَّلَا تفرقوا واذکروا نِعمت اللّٰہ علیکم اِذکُنتم اعداءً فالّفَ بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ اِخواناً و کنتم علی اشفا حضرۃٍ من النار فانقذکُم منھا" (۳ : ۱۰۳)

تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ میں نہ پڑو ۔ اللہ کے اس احسان کو یاد رکھو جو اس نے تم پر کیا ہے ۔ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے ، اس نے تمھارے دل جوڑ دیئے اور اس کے فضل و کرم سے تم بھائی بھائی بن گئے ۔ تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے ، اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا ۔

فاقم و جھک للدین حنیفاً ، فطرتَ اللّٰہِ الّتی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلقَ اللہ (۳۰ : ۳۰)

پس یک سو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جما دو ۔ قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے ۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاتی ۔

الیوم اکملتُ لکُم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (۵ : ۳)
آج ہی میں نے تمھارے دین کو تمھارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے ۔

توحید و رسالت کے مضامین سے بحث کرتے ہوئے خود علامہ نے متعدد مقامات پر حواشی میں آیات نقل کر دی ہیں یا ان تلمیحات کا ذکر کیا ہے جو آیات پر مبنی ہیں ۔ وہ قرآن مجید کو اپنی تبلیغات کا محور بنانے پر اس قدر مصر ہیں کہ ان کے یہ بیاناتِ نظم و نثر آیات کے مفاہیم کے دائروں سے کسی طرح بھی باہر نہیں جاتے۔ اس لیے یہ کہنا کہ وہ اپنی فکر یا تصوف یا کسی اور عقیدے سے بھی متاثر ہوئے دور از کار بات ہے ۔

توحید و رسالت کے بنیادی عقیدۂ اسلام کے علاوہ انسانی معاشرے اور فرد کے لیے دین جو احکامات دیتا ہے ۔ مثلاً اخوت ، مساوات ، عبادات ، جذبہ حریت ، اتفاق ، اتحاد اور ایک قوم ہونے کا تصور ، فرد اور ملت کا ربط وغیرہ ، ان تمام کو علامہ خالص اسلامی نقطۂ نظر سے دیکھ کر ان کی تبلیغ کرتے ہیں اور دائرۂ دین سے خارج کوئی بات نہیں کرتے ۔ اپنی تبلیغ کے لیے وہ آیات قرآن یا احادیث نقل کرتے چلے جاتے ہیں اور اگر آیت یا حدیث کا کچھ حصہ تلمیح کے طور پر استعمال ہوا ہے تو انھوں نے خود حواشی میں مکمل آیت یا حدیث نقل کر دی ہے جس سے اس امر کی بھی وضاحت ہوتی ہے کہ قرآن و حدیث پر ان کی کتنی گہری نظر تھی کہ وہ روا روی میں بھی ان سے مؤثر طور پر استفادہ کر لیتے تھے ۔ یہاں تک کہ نبی کریمؐ کے بعض ارشادات انھیں اس طرح ازبر تھے کہ اپنے کلام میں سمو کر اُن سے حیرت انگیز نتائج پیدا کرتے تھے ۔ پیام مشرق میں آپ نے نتشے کے متعلق ایک مختصر سی نظم لکھی ہے ، جس کا ایک شعر ہے :

آنکہ بر طرحِ حرم بت خانہ ساخت
قلبِ او مومن دماغش کافر است

(ص ۲۰۱)

اس (نتشے) نے حرم کے طرز پر بت خانہ بنایا ۔ کیونکہ اس کا دل مومن لیکن دماغ کافر کا تھا ۔

اور پھر حاشیہ میں علامہ نے خود ہی اس بات کا ذکر کر دیا ہے کہ اس شعر کی بنیاد رسول کریمؐ کے قول پر رکھی گئی ہے ۔

آپ لکھتے ہیں :

نتشے نے مسیحی فلسفۂ اخلاق پر زبردست حملہ کیا ہے ۔ اس کا دماغ اس لیے کافر ہے کہ وہ خدا کا منکر ہے ۔ گو بعض اخلاقی نتائج میں اس کے افکار مذہب اسلام کے بہت قریب ہیں ۔ "قلب او مومن دماغش کافر است" نبی کریمؐ نے اس قسم کا جملہ امیہ ابن الصلت (عرب شاعر) کی نسبت کہا تھا ۔ "آمَنَ لِسانُہٗ و کَفَرَ قلبُہٗ" ۔

حدیث سے شغف اور اعتقاد کی کیفیت کو مولانا مودودی نے ۱۹۳۸ء میں یوں بیان فرمایا :

"ایک مرتبہ ایک صاحب نے ان (اقبال) کے سامنے بڑے اچنبھے کے انداز میں اس حدیث کا ذکر کیا جس میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب ثلاثہ کے ساتھ کوہِ اُحد پر تشریف رکھتے تھے - اتنے میں اُحد لرزنے لگا ۔ حضور ؐ نے فرمایا کہ ٹھہر جا - تیرے اوپر ایک نبی ؐ ، ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا کوئی نہیں ہے - اس پر پہاڑ رک گیا" ۔ اقبال نے حدیث سنتے ہی کہا کہ اس میں اچنبھے کی کونسی بات ہے - میں اس کو استعارہ و مجاز نہیں بالکل ایک مادی حقیقت سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اس کے لیے کسی تاویل کی حاجت نہیں ۔ اگر تم حقائق سے آگاہ ہوتے تو تمھیں معلوم ہوتا کہ ایک نبی کے نیچے آکر مادے کے بڑے سے بڑے تودے بھی لرز جاتے ہیں - مجازی طور پر نہیں واقعی لرز اُٹھتے ہیں ۔[11]

اس موقع پر ضمناً اس حقیقت کے اظہار کی بھی ضرورت ہے کہ علامہ کے متعلق ان کے نام نہاد مداحوں یا مخالفین نے جو یہ رائے قائم کرنے کی جسارت کی ہے کہ وہ صرف عقیدۃً مسلمان تھے وہ کس قدر غلط ہے ۔ صرف مولانا مودودی کا ایک بیان ملاحظہ ہو :

"اقبال کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ فقط اعتقادی مسلمان تھے ، عمل سے اُن کو کوئی سروکار نہ تھا ۔ بدگمانی پیدا کرنے میں خود اُن کی افتاد طبیعت کا بھی بہت کچھ دخل ہے ۔ اُن میں کچھ فرقہ ملامتیہ کے سے میلانات تھے ، جن کی بنا پر اپنی رندی کے اشتہار دینے میں اُنھیں کچھ مزہ آتا تھا ۔ ورنہ درحقیقت وہ اتنے بے عمل نہ تھے ۔ قرآن مجید کی تلاوت سے اُن کو خاص شغف تھا اور صبح کے وقت بڑی خوش الحانی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے ۔ مگر اخیر زمانے میں طبیعت کی رقت کا یہ حال ہوگیا کہ تلاوت کے دوران میں روتے روتے ہچکیاں بندھ جاتی تھیں اور مسلسل پڑھ ہی نہ سکتے تھے ۔ نماز بھی بڑے خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے مگر چھپ کر ۔ ظاہر میں یہی اعلان تھا کہ میں نرا گفتار کا غازی ہوں ۔" [12]

قرآن مجید اور حدیث سے علامہ کا حقیقی عشق ان بیانات سے بھی مترشح ہے جو اُنھوں نے بسا اوقات کسی حوالے کے بغیر دیئے ہیں ۔ شیخ الاسلام

حافظ ابن قیم الجوزی نے اپنی مشہور تالیف "اسلامی تصوف" میں لکھا ہے :

"اگر تم اپنی ماضی کی زندگی پر غور کرو تو تمھیں معلوم ہو کہ کتنے موقعوں پر انھوں (عزیز و اقارب) نے تم کو اپنے دین و دنیا کے مصالح سے باز رکھا اور تمھاری آخرت کے مدارج ترقی طے کرنے کے راستہ میں حائل اور سنگِ راہ ثابت ہوئے۔ ان کا دعویٰ یہ ہوتا ہے کہ تمھارے مخلص دوست و احباب، جاں نثار، خدام اور پیارے عزیز و اقارب ہیں لیکن بخدا ان کا یہ دعویٰ سراسر نمائشی ہے - قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے :

یا ایھا الذین آمنو لا تلھکم اموالکم ولا اولادُکم عن ذکر اللہ و من یفعل ذالک فأولئک ھم الخاسرون

مومنو ! تمھارا مال اور تمھاری اولاد تم کو خدا تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کر دے اور جس کسی نے ایسا کیا وہ یقیناً گھاٹے میں رہیں گے۔[۱۳]

ملاحظہ فرمائیں اس مفصل بحث کو حضرت علامہ اقبال نے کس خوبصورتی سے صرف دو مصرعوں میں سمیٹا ہے :

یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں لا الہ الا اللہ

قرآن پاک اور حدیث سے وابستگی اور انھیں اپنے افکار ملی کے لیے محور کے طور پر استعمال کرنے کے بعد علامہ نے جس موضوع سے اپنے قارئین کو متاثر کیا ہے وہ "خودی" ہے۔ اس کے متعلق عوام تک بالعموم یہ صراحت نہیں پہنچائی گئی کہ علامہ کی تبلیغِ استحکامِ خودی کی محرک بھی قرآن مجید کی ایک آیت تھی ، جس کا ذکر انھوں نے خود پروفیسر یوسف سلیم چشتی[۱۴] سے کیا تھا۔ یہ سورۃ المائدہ کی آیت ۱۰۵ ہے :

یٰایھا الذینَ آمنو علیکُم اَنفسکم لایضرّ کُم من ضلّ اذا اھدیتم الی اللہِ مرجعُکم جمیعاً فینبئکم بما کنتم تعلمون۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم پر فرض ہے خودی کی محافظت، اگر تم ہدایت پر ہو، تو وہ شخص جو گمراہ ہے، تمھیں کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ تم سبھوں کو اللہ ہی کے پاس واپس جانا ہے اور وہ تمھیں تمھارے اعمال پر مطلع کر دے گا (تاکہ ان کے مطابق جزا و سزا مل سکے)۔

یعنی خودی کے تحفظ کی تلقین اس آیت میں کی گئی ہے اور علامہ کے لیے یہی منبع الہام بنی۔ اس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ خود کیا کر رہا ہے۔ خدا اور بندوں کے جو حقوق اس پر عائد ہوتے ہیں، انھیں ادا کر رہا ہے یا نہیں اور راست روی اور راستبازی کے مقتضیات اس سے پورے ہو رہے ہیں یا نہیں۔ ان میں لازماً امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی شامل ہے۔

اس آیت کا یہ منشا ہرگز نہیں کہ انسان بس اپنی نجات کی فکر کرے اور دوسروں کی اصلاح نہ کرے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے اس غلط فہمی کی تردید کرتے ہوئے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اس کی غلط تاویل کرتے ہو۔ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب لوگوں کا یہ حال ہو جائے کہ برائی کو دیکھیں اور اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں۔ ظالم کو ظلم کرتے ہوئے پائیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں، تو بعید نہیں کہ اللہ اپنے عذاب میں سب کو لپیٹ لے۔ خدا کی قسم تم کو لازم ہے کہ بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو، ورنہ اللہ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دے گا جو تم میں سب سے بدتر ہوں گے اور وہ تم کو سخت تکلیفیں پہنچائیں گے۔ پھر تمھارے نیک لوگ خدا سے دعائیں مانگیں گے مگر وہ قبول نہ ہوں گی۔"[10]

علامہ کی 'اسرار و رموز' کا سارا خاکہ اور نقشہ اس آیت اور اس کی تفسیر کا مرہونِ منت ہے"۔

شیخ محمد بن علی ابو طالب مکی (وفات ۳۸۶-۳۸۳) اپنی مشہور تالیف قوت القلوب میں فرماتے ہیں کہ:

"ہرچہ گاہ از علماء مسئلہ ای سوال کنی چنین سوال کن دریں مسئلہ خدا و رسول چہ فرمودہ است، یا صحابہ درین مسئلہ چہ حکم کردہ اند۔

اگر آن عالم ، آن را بیان کند غرض تو حاصل آید و اگر قول خدا را و رسول را نگوید از اختلاف و اقاویل آیمہ گوید ترا باری معلوم شود کہ او دریں مسئلہ حکم خدا را و رسول را نمی داند برو و ازکسی پرس کہ خدا و رسول را داند تا بہ آن عمل کنی کہ خدا و رسول فرمودہ است ۔۱۶؎

جب تم کسی مسئلہ کے متعلق علماء سے استفسار کرو تو یوں سوال کرو کہ اس مسئلہ کے متعلق خدا اور رسول نے کیا فرمایا ہے ؟ یا صحابہ نے اس مسئلہ کے متعلق کیا حکم دیا ہے ؟ اگر وہ عالم بیان کرے تو تمھارا مقصد پورا ہو جاتا ہے ۔ لیکن اگر خدا اور رسول کا قول نہ کہے اور آئمہ کے اختلاف اور اقوال سنائے تو تمھیں معلوم ہو جائے گا کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق خدا اور رسول کا حکم نہیں جانتا ۔ پھر تمھیں (وہاں سے) چلے جانا چاہیے اور کسی ایسے آدمی سے پوچھنا چاہیئے جو خدا اور رسول کے حکم کو جانتا ہو ، تا کہ تم اس پر عمل کرو جو خدا اور رسول نے فرمایا ہے ۔

ملی افکار کی وضاحت کے سلسلے میں علامہ کی تکنیک بھی مسلسل یہ رہی ہے کہ وہ کسی مسئلہ کے متعلق بھی خدا اور رسول کے دائرے سے باہر نہیں نکلتے ۔ یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ بعض اقبال شناسوں نے بزعم خویش اور اُن کے بعض قریبی بیٹھنے والوں نے زیبِ داستان کے لیے ایسی روایات کو جنم دیا ہے ، جن سے اُن کے فکر و عمل میں تضاد نظر آتا ہے ۔ انفرادی تردید کے لیے ان داستانوں کا دہرانا مفید نہ ہوگا ۔ لیکن فقیر بڑے ادب سے ان بزرگوں کی خدمت میں صرف یہ عرض کر سکتا ہے کہ بدو شعور سے اسے خود بھی اقبال کو دور سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا ہے ۔ دور سے اس لیے کہ قریب بیٹھ کر بھی وہ اپنی علمی نارسائی کی وجہ سے اقبال سے کسی علمی مبحث پر بات کرنے کی جسارت نہیں کر پاتا تھا ۔ لیکن اس بات کی شہادت دے سکتا ہے کہ اُس نے اقبال کو کبھی ان مصائب میں ملوث نہیں دیکھا جن کا ذکر بعض دفعہ یاران سر پل کا ادعا کرنے والے کرتے ہیں ۔

یہ شہادت اس لیے درج کرنا پڑی تاکہ ان تبلیغات کے خلوص اور

اثر پذیری میں حال اور مستقبل کی نسلوں کو شبہ نہ رہے جو معاشرے کو ان خطوط پر تعمیر اور بحال کرنا چاہتے ہیں جو اقبال نے تجویز کیے تھے ۔ بلکہ یہ کہنا پڑے گا کہ تاسیس پاکستان سے اس وقت تک جو مساعی علامہ کے متعلق تشکیک کا ہنگامہ گرم کرنے کے سلسلے میں کی گئی ہیں ان کا ہدف صرف ایک ہے کہ علامہ کی جو سوچ پاکستان پر منتج ہوئی ، وہ اور اس کا نتیجہ پاکستان اس لیے غلط ہیں کہ اس مردِ خدا کے اپنے فکر و عمل میں تضاد تھا ۔ یہ لوگ معلوم اغراضِ مشکوکہ کے تحت اس تبلیغ میں مصروف ہیں کہ ملتِ اسلامیۂ پاکستان نے کبھی طرزِ حیات کو اسلامی سانچے میں مکمل طور پر ڈھالنے کا عزم ہی نہیں کیا تھا ۔ لہٰذا اس پر اصرار مناسب نہیں ۔ اچھی زندگی گزارنے کے لیے اور بھی کئی طریقے اب تک ایجاد ہو چکے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کو اپنا لینا چاہیئے اور اس سلسلے میں علامہ کی تحریریں ، بیانات اور انتخابات نظم و نثر سند کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں ۔ حالانکہ علامہ کی فکر دین اسلام کی برتری اور فضیلت اور خدا اور رسول کے ارشادات کی پیروی سے آگے کہیں نہیں جاتی اور ان کے جذبات تعمیر ملت کا محور صرف اسلام ہے ۔

اس صورتِ حال میں یہ تجویز کرنا بھی ضروری معلوم ہوا کہ اس یونیورسٹی نے جو شعبۂ اقبالیات قائم کرکے احترامِ اقبال کے اظہار کی درخشاں مثال قائم کی ہے ۔ اگر اس کے ساتھ اسلام سے شغف رکھنے والے اساتذہ کے توسط سے اقبال کے ان افکار کی تدریس کا سامان بھی ہو جاتا جو تعمیر ملت کے سلسلے میں علامہ کی تخلیقات نظم و نثر اردو فارسی اور انگریزی میں فراوانی سے دستیاب ہیں تو یہ مبارک کام بحسن و خوبی ایک منطقی نتیجے تک پہنچ جاتا ۔ اقبال دشمنی کی تحریکیں نہ صرف اس ملک میں چل رہی ہیں کیونکہ ان ہی سے استحکام پاکستان اور پاکستان کی بنیادوں پر حملہ کیا جا سکتا ہے ، بلکہ خارجی ممالک تک یہ زہر سرایت کر گیا ہے ۔

جیسا کہ ابتدا میں ہی عرض کیا گیا ہے اقبال اس صدی کا محسن انسانیت مفکر ہے اور اس اعتبار سے سب سے بڑا آدمی ہے کہ اس نے پہلی دفعہ دنیا سے کہا :

آدمیت احترامِ آدمی
با
برتر از گردون مقامِ آدم است
اصلِ تہذیب احترام آدم است[۱۴]

اور پھر آدمی کی تعریف اس نے یوں کی :

مردِ حر دریائے ژرف و بیکران
آب گیر از بحر و نے از ناودان

سینۂ ایں مرد می جوشد چو دیگ
پیش او کوہِ گران یک تودہ ریگ

در جہانِ بے ثبات او را ثبات
مرگ او را از مقاماتِ حیات

روز صلح آن برگ و ساز انجمن
ہم چو بادِ فرودین اندر چمن[۱۸]

آزاد آدمی تو گہرا اور بے کنارہ سمندر ہے -

وہ ناوداں کی بجائے بحر سے پانی لیتا ہے -

اس آدمی کا سینہ دیگ کی طرح جوش کھاتا رہتا ہے -

اور اس کے سامنے بڑا پہاڑ ریت کا ٹیلہ ہے -

فانی دنیا میں صرف اسے ہی دوام حاصل ہے -

موت تو اس کی زندگی کے مقامات کا ایک مرحلہ ہے -

صلح کے دوران وہ اس طرح محفلیں سجاتا ہے -

جیسے چمن میں بادِ بہاری -

حواشی

۱- رموز بیخودی ، ص ۱۲۸-

۲ - روزگار فقیر ، کرنل سید وحید الدین ، جلد اول ، ص ۲۰-۲۱ -

۳ - قرآن مجید ، ۳۵-۲۸ -

۴ - ملفوظات اقبال ، محمود نظامی ص ۴۴ - ۵۲ -

۵ - ملفوظاتِ اقبال، محمود نظامی ، ص ۵۵-۶۴ -

۶ - آثار اقبال ، ص ۷۲ - ۷۳ -

۷ - رموزِ بیخودی ، ص ۹۱-

۸ - آیت کا مکمل ترجمہ پیش کر دیا گیا ہے - (۹۳ : ۹۱)

۹ - آیت کا مکمل ترجمہ پیش کر دیا گیا ہے ، (۸۷ : ۲۲) -

۱۰ - رموز بیخودی ، ص ۱۰۲ -

وکذالک انزلنہ آیتٍ بنیٰتٍ وّ ان اللہ یھدی من یُرِید - (۱۶ - ۲۲)

(اور یوں اتارا ہم نے یہ قرآن کھلی باتیں اور یہ ہے اللہ جسے چاہے سوجھ دیتا ہے) -

۱۱ - مجلہ جوہر (اقبال نمبر) جامعہ ملیہ ، دہلی ، ۱۹۳۸ء -

۱۲ - مجلہ جوہر (اقبال نمبر) جامعہ ملیہ ، دہلی ، ۱۹۳۸ء -

۱۳ - اسلامی تصوف - حافظ ابن قیم الجوزی ، ص ۱۵۳ -

۱۴ - روزگارِ فقیر ، وحید الدین ، ص ۱۷۹ - ۱-

۱۵ - تفہیم القرآن ، ابو الاعلیٰ مودودی ، ص ۱-۱۰-۱۱ -

۱۶ - بنقل از اورادالاحباب و فصوص الآداب - یحییٰ باخرزی ، ص ۲ - ۴۴ -

۱۷ - جاوید نامہ ، ص ۹۹ -

۱۸ - مثنوی پس چہ باید کرد ، ص ۲۶ -

کتابیات

۱ - آثار اقبال (حیدر آباد دکن) ، ۱۹۴۶ء -

۲ - اسلامی تصوف شیخ الاسلام حافظ ابن قیم الجوزی ، لاہور -

۳ - اقبال نامہ ، مرتبہ شیخ عطا اللہ ، جلد اول ، لاہور -

۴ - انوار اقبال - بشیر احمد ڈار - لاہور ، ۱۹۷۷ء -

۵ - اوراد الاحباب و فصوص الآداب (جلد دوم) یحیٰی باخرزی ، تہران ، ۱۳۴۵ -

۶ - تاریخ تصوف ، پروفیسر یوسف سلیم چشتی ، لاہور ۱۹۷۶ء -

۷ - تاریخ الفلسفہ العربیہ ، خلیل الجار و حنا الفخری ، بیروت -

۸ - تصوف اسلام ، عبدالماجد ، اعظم گڑھ ، ۱۹۴۷ء -

۹ - تفہیم القرآن ، (جلد اول) ابو الاعلیٰ مودودی ، لاہور ، ۱۹۵۱ء -

۱۰ - (مجلہ) جوہر - اقبال نمبر - دہلی ، ۱۹۳۸ء -

۱۱ - رسالہ القشیریہ ، ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری ، بغداد -

۱۲ - روزگار فقیر ، سید وحید الدین ، جلد اول ، لاہور -

۱۳ - طبقات الصوفیہ - خواجہ عبداللہ انصاری - کابل ، ۱۳۴۱ -

۱۴ - علامہ اقبال مرحوم ، پروفیسر یوسف سلیم چشتی - لاہور ، ۱۹۷۷ء -

۱۵ - کشف المحجوب ، سید علی ہجویری -

۱۶ - کلیات اقبال (فارسی) لاہور ، ۱۹۷۳ء -

۱۷ - کلیات اقبال (اردو) لاہور ، ۱۹۷۳ء -

۱۸ - نفحات الانس ، عبدالرحمٰن جامی -

۱۹ - مثنوی مولانا روم -

۲۰ - ملفوظات اقبال - محمود نظامی ، لاہور ، ۱۹۴۹ء -

21. Siddiqi, Mazharuddin, *Concept of Muslim Culture in Iqbal*, Lahore, 1970.

22. Schimmel, Annemarie, *Gabriel*'s *Wing*. Leiden, 1963.

23. Iqbal, Sir Muhammad, *The Reconstruction of Religious Thought in Islam*, London, 1934.

(1982)